تبصرہ کتب

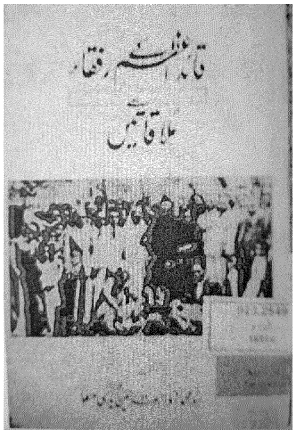

کتاب کا نام: قائداعظم کے رفقاء سے ملاقاتیں

مصنف: سید محمد ذوالقرنین زیدالھما

ناشر: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت

سال اشاعت: ۱۹۹۰ء

قیمت: ۷۰روپے

صفحات: ۱۴۴

تبصرہ نگار: **ڈاکٹر فرح گل بقائی***

یہ کتاب کل تیرہ افراد کے انٹرویوز پر مشتمل ہے، جن کا قائداعظم محمد علی جناح سے کچھ نہ کچھ سیاسی تعلق رہا۔ ان افراد میں جناب حسین امام، جناب احمد یار خان، چوہدری نذیر احمد، ایم ایچ اصفہانی، محمد ایوب کھوڑو، ارباب عبدالغفور، محمد ایوب کھوڑو، محمد مسعود، جنرل اکبر نگروٹ، عمر حیات ملک، حمید الحق چودھری، ایم ایس طوسی، خواجہ شہاب الدین، مولانا جمال میاں فرنگی محلی شامل ہیں۔

ان انٹرویز میں جن شخصیات نے بعض متنازعہ مسائل پر اظہار کیا ہے اس کی ذمہ داری کلی طور پر ان شخصیات یا کتاب کے مرتب پر عائد ہوتی ہے اور ادارہ نہ تو ان سے اتفاق کرتا ہے اور نہ ہی ان کی صحت یا عدم صحت کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ تاریخ بھی وقت کی ایک تصویر کشی کی مانند ہوتی ہے۔ ہر مصور ایک ہی تصویر کو مختلف زاویے سے پیش کرتا ہے۔ محققین کے لیے لازم ہے کہ وہ ایک مدلّل تاریخ لکھنے کے لیے ایسی تمام تصویروں کو دیکھے تا کہ ہر دور کی صحیح تصویر کشی کر سکے۔

---

* سینئر ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، مرکزِ فضیلت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

یہ کتاب قائداعظم محمد علی جناح اوران کے رفقائے کار کے بارے میں گراں قدر معلومات فراہم کرتی ہےاور تاریخ کے رُخ پر پڑے ان دبیز پردوں کو چاک کرتی ہے جو کہ قائداعظم کے افکار پر ڈالے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ حسین شہید سہروردی کی متحدہ بنگال تحریک، خان لیاقت علی خان کے قتل، قراردادِ پاکستان اور قراردادِ مقاصد کے بارے میں بلاشبہ نئی معلومات کا اضافہ کرتی ہے۔سول بیوروکریسی اور فوج کی سیاست میں مداخلت، ملک میں رونما ہونے والی محلاتی سازشیں غرض یہ کہ جو کچھ ملک پر گزری ہےاور پاکستانیوں پر بیتی ہے اس کے بارے میں ایک فکر انگیز زاویہ نگاہ فراہم کرتی ہے۔

بقول مؤلف، اس کتاب کا مقصد صرف یہ ہی ہے کہ تاریخ دان، دانش وراور دیگر اہلِ قلم اس کو پڑھ کر اپنی قومی تاریخ صحیح خدوخال کو اجاگر کرسکیں۔ سچ کو جان کر ہی قوم صحیح اور غلط کا تعین کرسکتی ہےاور اپنے آئندہ کے اقدام کو استوار کرسکتی ہے۔

اگر قوم بھول بھلیوں میں کھوئی رہےاور حقیقت اور اپنی نادانیوں کو زیر بحث نہ لائے تو ایسی قومیں بہت جلد اپنے وجود کی شناخت کھودیتی ہے۔ باشعور افراد مسلسل اس تگ ودو میں لگے رہتے ہیں کہ خود کو اور قوم کو محفوظ اور پُرعزم رکھیں۔فکر اور عمل کی راہیں ہموار کرتے رہیں۔ تاکہ من حیث القوم وہ دنیا میں مضبوط اور باوقار حیثیت سے پہچانے جائیں۔

کتاب کا نام: خضر حیات ٹوانہ
پنجاب یونینسٹ پارٹی اور تقسیم ہند

مصنف: آئن ٹالبوٹ

مترجم: طاہر کامران

ناشر: فِکشن ہاؤس، لاہور

سال اشاعت: ۲۰۱۵ء

صفحات: ۲۶۰

تبصرہ نگار: **ڈاکٹر فرح گل بقائی**

پنجاب کی سیاست کو سمجھنا اور اُس کو کسی سلیقے سے لے کر چلنا، اس کے لیے ضروری ہے کہ پنجاب کے حکمرانوں کو زیر مطالعہ رکھا جائے۔ مطالعہ کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ قاری ان کے تجربے سے کچھ سبق اخذ کرتا ہے۔ زیر نظر کتاب *خضر حیات ٹوانہ پنجاب یونیسٹ پارٹی اور تقسیم ہند* خضر حیات کی زندگی کا احاطہ کرتی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ پنجاب کی طاقت کا سرچشمہ یہاں کی عسکری قیادت، زمیندار اور پیری فقیری کے سلسلے ہیں۔ ان کا آپس میں صلہ باہمی بہت ضروری ہے۔

طاقت کو مؤثر بنانے میں عدلیہ، مقنّنہ، سرکاری آلہ کار، افسر شاہی، فاعل معیشت کا کردار بھی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کتاب کے ابتدائی حصّے میں ٹوانوں کی تاریخ کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز خضر کی تعلیمی زندگی اور اس کے اپنے والد کے ساتھ تعلقات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ بعد ازاں اس حصے میں اس سیاسی پس منظر کا بیان بھی موجود ہے، جو پنجابی یونین ازم کی وجہ سے وجود میں آیا تھا۔

دوسرا حصہ اس دور سے متعلق ہے جب خضر حیات ٹوانہ (خوشاب، سرگودھا) کسی کابینہ میں ایک نا تجربہ کار وزیر تھا اور وہیں سے وہ پنجاب کی وزارت عظمیٰ کی کرسی پر متمکن ہو گیا اس حصہ میں یونینسٹ پارٹی کی سیاسی وراثت پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ بعد ازاں خضر کی جنگی رہنما کی حیثیت سے نبھائے گئے کردار پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب کے تیسرے حصے میں پنجاب کے بارے میں خضر حیات کے نظریہ اور دو قومی نظریہ کو زیر بحث

لایا گیا ہے۔اس دوران ۱۹۴۴ء میں ہونے والے جناح خضر مذاکرات کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس دوران یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ خضر ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں دیہی نشستوں پر ہارنے کے باوجود اقتدار پر کیسے قابض رہے۔سیاست کے داؤ پیچ کسی ایک شخص کو تو فائدہ پنچا دیتی ہے مگر اس کی قیمت رعایا کو ادا کرنا پڑتی ہے۔تاریخ کا منظر نامہ تو صرف جو کچھ وقوع پذیر ہوتا ہے اس پر اپنی روداد پیش کرتا ہے۔''یوں ہو جاتا تو پھر کیا منظر نامہ ہوتا'' اس سے تاریخ کو غرض نہیں۔لکھنے والے اپنی آراء دیتے رہتے ہیں۔مگر کہانی وہی رہتی ہے جو پیش آئی۔

پیری فقیری اور خضر:

طاقت کے محور کے گرد روحانی فیض کی موجودگی بھی لازمی ہے کہ یہ طاقت ور کو ایک استحکام دیتی ہے۔ بلکہ یہ طاقت کا ایک جُز ہے۔خضر کے خاندان میں ان کی والدہ گولڑہ شریف کے پیر سید مہر علی شاہ کی مرید ہوئی۔ ایک دفعہ جب وہ گولڑہ شریف گئیں تو قوالی کی محفل کے بعد انہوں نے پیر صاحب سے درخواست کی کہ وہ آئندہ انتخابات میں خضر کی کامیابی کے لیے دعا فرمائیں تب پیر صاحب نے پیشن گوئی کی کہ خضر نہ صرف انتخابات میں کامیاب ہوگا بلکہ وہ وزیر بھی بنے گا۔

خضر کی تحریک پاکستان سے لاتعلقی قابلِ فہم ہے۔جس مراعات یافتہ طبقہ سے خضر کا تعلق تھا، اس امر کا قوی یقین تھا کہ برطانوی استعمار کبھی بشر بوریا سمیٹ کر برصغیر سے رخصت نہیں ہوگا۔خود مسلم لیگ کے صف اول کے بعض زعماء آخر تک اس تذبذب کا شکار رہے کہ ۱۹۴۰ء کا پاکستان ریزولیوشن کبھی حقیقت بن پائے گا یا نہیں؟

۱۹۴۶ء تک مسلم لیگ نشانِ منزل کو متعین کرنے میں بے یقینی کا شکار رہی۔اگر ایسا نہ ہوتا تو کیبنٹ مشن فارمولا اس قدر عجلت سے نہ منظور کیا جاتا جس کے تحت آزاد اور خود مختار مملکتِ پاکستان کا کوئی وجود نہیں تھا۔

زیر نظر تصنیف کسی ایک مخصوص شعبے کے مطالعے تک محدود نہیں بلکہ اسے سر خضر حیات ٹوانہ کی داستانِ حیات ہونے کے علاوہ ایک ایسی کتاب ہونے کی حیثیت بھی حاصل ہے، جس میں تاریخ اور سیاسی عمرانیات کو بھی عمدگی کے ساتھ سمو دیا گیا ہے، کہ جس کے بغیر ۱۹۴۷ء میں وقوع پذیر ہونے والی تقسیم ہند و کا کلی ادراک

ممکن نہیں۔

پاکستان کے قیام کا انحصار پنجاب پر تھا۔اس خطے کی کثیر مسلم آبادی، زرعی دولت اور اس کے اپنے محل وقوع کے حوالے سے اہمیت جس کی وجہ سے پنجاب نے گنگا و جمنا کی وادی کے لیے دروازے کی حیثیت اختیار کر لینے کے ساتھ ساتھ شمالی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے بھی اس نے بہت اہمیت اختیار کر لی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد علی جناح نے پنجاب کو پاکستان کا بنیادی پتھر قرار دیا۔اس کے باوجود یہاں کی سیاست پر یونینسٹ کا غلبہ رہا جو کہ غیر فرقہ وارانہ جماعت تھی۔مسلمان راجپوتوں اور ہندو جاٹوں کی کثیر تعداد پر مشتمل یہ گروپ ۱۹۲۳ء میں معرضِ وجود میں آیا۔ملک خضر حیات خان ٹوانہ اس کا آخری رہنما تھا۔اس نے پنجاب میں ۱۹۴۲ء تا مارچ ۱۹۴۷ء تک مسلم لیگ کے اثر ورسوخ کی ترویج کو روکنے میں اہم کردار ادا کیا۔خضر حیات کا مطالبہ پاکستان کے بجائے نظریہ یہ تھا کہ مرکز گریٹ فیڈرل انڈیا میں متحدہ پنجاب کی بقا کو یقینی بنایا جائے۔

۱۹۴۴ء میں خضر کا جناح سے سرعام ٹکراؤ اس کے فوراً بعد پنجاب مسلم لیگ کے قائدین نے اس کے خلاف بھرپور مہم کا آغاز کیا۔خضر کو ’غدار‘ اور ’’کافر‘‘ کے القابات سے پکارا گیا۔اس کی سرکاری رہائش گاہ کے باہر اس کے علامتی جنازے نکالے گئے۔مزید برآں اس کی وزارت عظمی کے آخری ایام میں ہر جگہ اس کا استقبال سیاہ جھنڈیوں کے ساتھ کیا گیا۔

یونینسٹوں کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار اگست ۱۹۴۵ء میں مسلمان قوم پرست رہنما عبدالقیوم نے بھی کیا جب انہوں نے خضر کی وزارت کو ’’کٹر اور رجعت پسند‘‘ کہا۔جواہر لال نہرو نے نومبر میں انتخابی مہم کے دوران پنجاب کا دورہ کرتے ہوئے یونینسٹ پارٹی کے بارے میں کہا کہ یہ پارٹی ’’برطانوی پارٹی کی شبیہ منعکس کرتی ہے۔